اللہ تعالیٰ کی

10

تاکیدی نصیحتیں

تالیف
حافظ جلال الدین قاسمی
فاضل دارالعلوم دیوبند، ایم اے میسور یونیورسٹی (انڈیا)



تخریج
عبداللہ اختر

تعلیق واضافہ اور نظر ثانی
ڈاکٹر حافظ محمد شہباز حسن

تحقیق
محمد ارشد کمال

مکتبہ افکارِ اسلامی

اللہ تعالیٰ کی
دس تاکیدی نصیحتیں

تالیف

حافظ جلال الدین قاسمی

فاضل دارالعلوم دیوبند، ایم اے میسور یونیورسٹی (انڈیا)

تخریج
عبداللہ اختر

تحقیق
محمد ارشد کمال

تعلیق واضافہ اور نظر ثانی
ڈاکٹر حافظ محمد شہباز حسن

مکتبہ افکارِ اسلامی

نامِ کتاب	:	اللہ تعالیٰ کی دس تاکیدی نصیحتیں
نامِ مؤلف	:	حافظ جلال الدین قاسمی (مالیگاؤں، انڈیا)
تخریج	:	عبداللہ اختر
تحقیق	:	مولانا محمد ارشد کمال
تعلیق اور نظر ثانی	:	ڈاکٹر حافظ محمد شہباز حسن
ضخامت	:	۵۶ صفحات
اشاعت (اول)	:	جنوری ۲۰۱۵
مطبع	:	مکتبہ اسلامیہ پرنٹنگ پریس، لاہور
ناشر	:	مکتبہ افکارِ اسلامی

فہرست مضامین



ابتدائیہ

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص نبی ﷺ کا وہ خط پڑھنا چاہتا ہو جس پر آپ کی مہر ہو تو اسے چاہیے کہ وہ یہ آیات ﴿قُلْ تَعَالَوْا ... لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٥٣﴾﴾ (الانعام: ۱۵۱-۱۵۳) پڑھ لے۔ ❶

مُہر سے مراد یہ ہے کہ یہ آیات منسوخ نہیں ہوئیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان آیات کے بارے میں فرمایا کہ یہ محکمات میں سے ہیں۔ ❷

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمام شریعتوں کا ان وصایا پر اجماع رہا ہے اور کسی شریعت میں یہ دس وصیتیں منسوخ نہیں کی گئیں۔ ❸

کعب الاحبار رضی اللہ عنہ معروف صحابی ہیں، ان کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی، انھوں نے ساٹھ سال یہودیت اور ساٹھ سال اسلام میں گزارے۔ وہ سابقہ شرائع کا کافی علم رکھتے تھے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ تورات میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بھی یہی دس وصیتیں فرمائیں؟ تورات کا اختتام ان دس وصیتوں پر تھا۔ ❹

ان آیات میں پیش کردہ تاکیدی ہدایات کو مدنظر رکھ کر عقیدے، خاندان اور معاشرے کی حفاظت کی جا سکتی ہے۔ یہ تاکیدی احکام درجِ ذیل ہیں:

❶ ترمذی، تفسیر القرآن، و من سورة الانعام، ح: ۳۰۷۰، سنده ضعيف.

❷ مستدرك حاكم، ۳/۳۱۷، اس روایت کے مدلس راوی ابو اسحاق نے سماع کی تصریح نہیں کی۔)

❸ تفسير القرطبی ۷/۱۱۷، بيروت.

❹ ایضاً۔

① پہلی تاکیدی نصیحت: شرک کی ممانعت

② دوسری تاکیدی نصیحت: والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم

③ تیسری تاکیدی نصیحت: اولاد کے قتل کی ممانعت

④ چوتھی تاکیدی نصیحت: قول وفعل میں فحش کی ممانعت

⑤ پانچویں تاکیدی نصیحت: قتلِ ناحق کی ممانعت

⑥ چھٹی تاکیدی نصیحت: یتیم کا مال کھانے کی ممانعت

⑦ ساتویں تاکیدی نصیحت: ماپ تول کو پورا کرنے کا حکم

⑧ آٹھویں تاکیدی نصیحت: حق اور سچ کہنا

⑨ نویں تاکیدی نصیحت: عہد سے وفا کرنا

⑩ دسویں تاکیدی نصیحت: سیدھے راستے کی پیروی

علامہ حافظ جلال الدین القاسمی حفظہ اللہ کی اس مختصر تالیف کو تخریج وتحقیق کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ تخریج محترم برادرم عبداللہ اختر اور تحقیق مولانا محمد ارشد کمال حفظہ اللہ نے کی ہے۔ جس سے کتاب کی افادیت اور استنادی حیثیت میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔

اس اشاعت کی خوبیاں درجِ ذیل ہیں:

1. الفاظ اسکو، اسکی، اسکے، انکو، انکی، انکے ، ہونگے، جائیگا اور کیلئے وغیرہ کو بالترتیب اسے، اس کی، اس کے، انھیں، ان کی، ان کے، ہوں گے، جائے گا اور کے لیے وغیرہ کی شکل میں الگ الگ لکھا گیا۔
2. آیات کی کمپوزنگ کی بجائے قرآن کی اصل کتابت لگائی گئی۔
3. قولی احادیث پر اعراب لگائے گئے۔
4. بعض اہم تعلیقات لگائی گئیں اور کچھ مقامات پر حک واضافہ بھی کیا گیا۔
5. خطباء کے لیے حاشیہ میں بہت سی آیات شامل کر دی گئی ہیں تاکہ ان دس موضوعات پر

اگر وہ خطاب کرنا چاہیں تو ان کے پاس متعلقہ موضوعات کی آیات موجود ہوں۔

اس اشاعت کے مزید لفظی و معنوی محاسن کا اندازہ قارئین کرام ہی لگا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف، محقق، راقم الحروف اور جملہ معاونین کی اس محنت اور کاوش کو قبول کرے۔ آمین

ڈاکٹر حافظ محمد شہباز حسن



پیش لفظ

قرآن کریم میں سورۃ الانعام کی علی الترتیب ۳ آیات ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳ میں اللہ نے اپنے بندوں کے لئے دس احکام بیان کیے ہیں۔آیت ۱۵۱ میں پانچ احکام ہیں اور آیت ۱۵۲ میں چار احکام ہیں اور آیت ۱۵۳ صرف ایک حکم پر مشتمل ہے۔

تین آیات میں دس احکام کو اتنی جامعیت ، شگفتگی اور سلاست کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔

ان دس احکام کو اللہ نے اپنی وصیت سے تعبیر کیا ہے۔وصیت کا صحیح مفہوم عربی زبان میں یہ ہے کہ کوئی شخص کسی پر یہ ذمہ داری ڈالے کہ جب فلاں صورت حال پیش آئے تو فلاں طریقہ یا فلاں طرز عمل اختیار کرو۔اس میں وصیت کرنے والے کی پیش بینی ،خیر خواہی اور شفقت کا پہلو بھی مضمر ہوتا ہے۔اور اس کے اندر ایک عہد اور معاہدہ کی ذمہ داری بھی پائی جاتی ہے۔ان تمام مضمرات کو اردو زبان میں ادا کرنے کے لئے مجھے کوئی لفظ نہیں ملا۔

وصیت کرنے والے کی وصیت کو نافذ کرنا ضروری ہوتا ہے۔گویا معاشرے کے نظم اور قیام و بقاء کے لئے ان دس احکام کا نفاذ لابدی اور ناگزیر ہے۔ورنہ معاشرہ فساد و اختلال کا شکار ہو جائے گا۔

کسی معاشرے میں ان دس احکام کو نافذ کر دیا جائے تو معاشرہ روحانی، اخلاقی، معاشی، تمدنی اعتبار سے ترقی کرتا چلا جائے گا۔

پہلی تاکیدی نصیحت

یہ نصیحت قلب کی طہارت کے بارے میں ہے اور قلب کی طہارت یہ ہے کہ اسے شرک کی آلودگی سے بچایا جائے۔

دوسری تاکیدی نصیحت

یہ نصیحت ماں باپ کے ساتھ احسان کے بارے میں ہے۔ظاہر ہے ماں باپ ہی خاندان کی بنیاد ہوتے ہیں۔اور خاندان کی طہارت یہ ہے کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔

تیسری تاکیدی نصیحت

یہ نصیحت فکر کی طہارت کے متعلق ہے کہ کوئی آدمی اپنی اولاد کو مفلسی کے اندیشے سے قتل نہ کرے۔ وہ یہ سوچ کہ جب اسے کھانے کو مل رہا ہے تو اس کی اولاد کو بھی کھانے کو ملے گا۔رزاق وہ نہیں،رزاق اللہ ہے۔ایک شاعر نے کتنا اچھا کہا ہے ؎

کسی کا رزق رک سکتا نہیں خلاقِ اکبر سے
صفی پتھر کے کیڑے کو غذا دیتا ہے پتھر سے

چوتھی تاکیدی نصیحت

پورے معاشرے کی طہارت سے متعلق ہے۔معاشرے کا ہر فرد ظاہری اور باطنی فواحش سے اجتناب کرے۔کیونکہ اگر ہر شخص کی نفس کی خواہش کو بے لگام چھوڑ دیا جائے تو اس کے نتائج بڑے مہلک نکلیں گے۔مثلاً غیرت کا فقدان اور خطرناک بیماریاں۔

پانچویں تاکیدی نصیحت

یہ نصیحت معاشرے کے خاص پہلو سے متعلق ہے کہ انسان کی نگاہوں میں انسانی جانوں کا احترام ہو۔اگر یہ احترام ملحوظ نہ رکھا گیا تو معاشرے سے امن و امان ختم ہو جائے گا اور چاروں طرف جنگل کا راج ہوگا۔آیت ۱۵۲ میں چار نصیحتوں کا تعلق تکافل اجتماعی سے ہے۔

چھٹی تاکیدی نصیحت

یہ نصیحت معاشرے کے سب سے کمزور طبقہ یتیم سے متعلق ہے کہ اگر ان کی خبر گیری نہ کی گئی تو یہ غلط راہوں پر پڑ کر معاشرے کے لئے تباہ کن ثابت ہوں گے۔

ساتویں تاکیدی نصیحت

یہ نصیحت معاملاتِ تجاریہ سے متعلق ہے۔کہ اگر پیسہ پورا لیا جا رہا ہے تو چیز بھی پوری دی

جائے۔ناپ تول میں کمی نہ کی جائے ورنہ تجارتی معاملات سخت بے اعتدالی کا شکار ہو جائیں گے۔جس کے برے اثرات انسان کے معاشی پہلو پر پڑیں گے۔

آٹھویں تاکیدی نصیحت

اس نصیحت کا تعلق انسانوں کے باہمی معاملات سے ہے۔جس میں زبان کے اعتدال کی بڑی اہمیت ہے۔اگر آدمی قول میں عدل کا پاس ولحاظ نہ کرے تو باہمی تعلقات میں ترشی پیدا ہو جائے گی۔

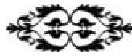
نویں تاکیدی نصیحت

یہ نصیحت ایفائے عہد سے متعلق ہے۔اور کون نہیں جانتا کی تجارتی معاملات کی روح ایفائے عہد ہی ہے۔اگر کوئی تاجر عہد کا پاس نہ کرے تو بازار میں زیادہ دیر تک ٹک نہیں سکتا۔

دسویں تاکیدی نصیحت

یہ نصیحت انسان کی روحانی زندگی سے متعلق ہے۔انسان کی روحانی زندگی صرف صراط مستقیم پر چل کر ہی کامیاب ہوسکتی ہے۔اگر وہ صراط مستقیم کو چھوڑ کر دیگر راستوں پر چلا تو اختلافات کی بھول بھلیوں میں پڑ کر اپنی منزل سے دور ہو جائے گا۔

حافظ جلال الدین قاسمی



نصیحتوں کا اسلوبِ بیان

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ ۚ وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ ۚ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَ بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾﴾ (الانعام:۱۵۱ ـ ۱۵۳)

”(ان سے) کہیے کہ آؤ میں تمھیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جنھیں تمھارے رب نے تم پر حرام کیا ہے۔ یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کیا کرو اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کیا کرو۔ ہم تمھیں بھی رزق دیں گے اور انھیں بھی۔ اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ۔ خواہ وہ علانیہ ہوں یا پوشیدہ ہوں۔ اور جس جان کا قتل کرنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کا ناحق قتل مت کرو۔ اس کا تمھیں اس نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ۔ مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحسن ہو، یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جائیں اور ناپ تول انصاف

کے ساتھ پورا پورا کیا کرو۔ ہم کسی شخص کو اس کی استطاعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ اور جب تم بات کرو تو انصاف رکھا کرو۔ گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو۔ اور اللہ کے عہد کے ساتھ وفا کرو۔ ان سب کا اللہ نے تمھیں تاکیدی حکم دیا ہے تا کہ تم یاد رکھو۔ اور بے شک یہی میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا اس پر چلو اور دوسری راہوں پر نہ چلو۔ یہ راہیں تمھیں اس کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس کا تمھیں اللہ نے تاکیدی حکم دیا ہے تا کہ تم احتیاط رکھو۔''

قل کا مطلب ہے: (ہمارے نبی) آپ کہہ دیجیے۔ قرآن میں جو سوالات ہوئے ہیں، ان کے جواب میں اکثر لفظ قل آیا ہے۔ [1]

عربی زبان میں ''آنا'' کے لئے کئی الفاظ آتے ہیں:

ایک لفظ اتی ہے، یہ کسی کام کے نتیجے میں آنے کے لئے بولا جاتا ہے۔

---

[1] چند مقامات درج ذیل ہیں:

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ﴾ (البقرۃ:۲/۱۸۹)

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ﴾ (البقرۃ:۲/۲۱۵)

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ﴾ (البقرۃ:۲/۲۱۷)

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَاِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ﴾ (البقرۃ:۲/۲۱۹)

﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ﴾ (البقرۃ:۲/۲۲۰)

﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ﴾ (البقرۃ:۲/۲۲۲)

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَاۤ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ﴾ (المائدۃ:۵/۴)

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ﴾ (بنی اسراءیل:۱۷/۸۵)

﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ؕ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ؕ﴾ (الکھف:۱۸/۸۳)

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ؕ﴾ (النّٰزعٰت:۷۹/۴۲۔۴۴)

دوسرا لفظ جاء ہے جو واقع شدہ امر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

تیسرا ھَلُمّ ہے، اس کا مطلب ہے پکار پکار کر بلانا۔

چوتھا ھَیتَ ہے، جس کا مطلب ہے چیخ کر اپنے پاس بلانا۔

پانچواں تَعَال ہے، یہ کسی بلند مقصد کے لئے بلانے کے لئے آتا ہے۔

مذکورہ پہلی آیت کریمہ میں قل کے بعد اسی لفظ تعال سے امر صیغہ جمع مذکر حاضر تعالوا آیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ان آیات میں ایسی چیزوں کی طرف بلایا گیا ہے جو بہت اہم اور بلند مقاصد کی حامل ہیں۔

اس کے بعد تلا یتلوا (باب نصر ینصر) سے مضارع صیغہ واحد متکلم اتل آیا ہے۔ تلا یتلوا میں کسی چیز کے بار بار کرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ تو اتل کا مطلب ہوا ''میں بار بار بتاؤں۔''

پھر ماموصولہ کے بعد لفظ حرم ہے۔ حرام کا مطلب المنع الشدید ہے جن چیزوں سے شریعت میں سختی سے روکا گیا ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں:

''کان اھل الجاھلیة یاکلون اشیاء و یترکون اشیاء تقذرًا فبعث اللہ نبیه و انزل کتابه و احل حلاله و حرم حرامه فما احل فھو حلال وما حرم فھو حرام وما سکت عنه فھو عفو'' (ابو داؤد، الاطعمة،مالم یذکر تحریمه،ح:۳۸۰۰)

''اہل جاہلیت کچھ چیزیں کھاتے تھے اور کچھ چیزیں کراہت سے نہیں کھاتے تھے تو اللہ نے اپنے نبی کو بھیجا اور اپنی کتاب نازل کی۔ کچھ چیزیں حلال کیں اور کچھ چیزیں حرام کیں تو جو چیزیں اس نے حلال کیں وہ حلال ہیں اور جو چیزیں حرام کیں وہ حرام ہیں اور جن چیزوں سے سکوت اختیار کیا وہ معاف ہیں۔''

مذکورہ بالا حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ تحلیل وتحریم کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ کسی کو بھی

یہ اختیار نہیں ہے کہ اللہ کی اجازت کے بغیر اس کی کسی حلال کردہ چیز کو اپنے اوپر حرام کرے۔

نبی اکرم ﷺ نے قسم کھا کر یہ فرمایا کہ میں شہد نہیں پیوں گا۔(اس خیال سے کہ زینب رضی اللہ عنہا کا جی برا نہ ہو۔)تو سورۃ التحریم کی پہلی آیت میں آپ سے یہ فرمایا گیا:

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ (التحريم :٦٦/ ١)

”نبی! جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے آپ اسے اپنے اوپر کیوں حرام کرتے ہیں۔کیا آپ کو اپنی بیویوں کی خوشنودی مقصود ہے! اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔“ [1]

ہاں! اللہ کی اجازت سے نبی بھی کسی چیز کو حلال کرتا ہے اور حرام کرتا ہے۔اللہ نے فرمایا:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ ۫ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۗ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾ (الاعراف : ١٥٧/٧)

”جو لوگ اس رسول نبی امی کی اتباع کرتے ہیں جسے وہ اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔وہ انھیں بھلی باتوں کا حکم دیتا ہے اور بری باتوں سے روکتا ہے۔اور ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتا ہے اور ان پر گندی چیزوں کو حرام کرتا ہے۔اور ان پر جو بوجھ اور طوق تھے انھیں دور کرتا ہے۔تو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی حمایت کی اور اس کی مدد کی اور اس کے ساتھ اتارے گئے نور کی اتباع کی ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[1] بخاری،الایمان و النذور،اذا حرم طعاما، ح:٦٦٩١.

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾ (التوبة :۹/ ۲۹)

''ان اہل کتاب سے لڑو جو نہ تو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں نہ قیامت کے دن پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور نہ سچے دین کو قبول کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ماتحت اور رعیت بن کر جزیہ دینا منظور کریں۔''

مذکورہ دو آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ کی اجازت سے نبی کو بھی حلال اور حرام کرنے کا حق حاصل ہے۔ یہ حق دنیا کی کسی اور شخصیت کو حاصل نہیں۔ چاہے وہ صحابی ہو، چاہے کوئی پیر ہو، چاہے کوئی امام ہو۔ [1]

---

[1] کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینا لوگوں کا حق نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ﴾ (النحل:۱۶/ ۱۱۶) ''اور تمھاری زبانوں سے جو جھوٹ نکلتا ہے اس کے لئے یوں مت کہو کہ یہ حلال ہے اور وہ حرام ہے تاکہ اللہ پر جھوٹ باندھنے لگو۔'' مشرکین نے بعض حلال چیزوں کو ٹھہرا لیا تھا، ان کی اس تحریم کی کوئی حیثیت نہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ (الانعام:۶/ ۱۴۳) ''کہہ دیجیے! کیا اللہ نے (ان بھیڑ بکری میں سے) دونروں (مینڈھے اور بکرے) کو حرام کیا ہے یا دونوں مادوں (بھیڑ اور بکری) کو یا ان دونوں مادوں کے پیٹ میں جو (بچہ) ہے اسے؟'' مشرکین نے جن چیزوں کو حرام کہا تھا ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ...... قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ﴾ (الانعام:۶/ ۱۳۶ تا ۱۴۰) ''اور اللہ نے جو کھیت اور جانور (مویشی) پیدا کیے ہیں اُن میں یہ کافر اللہ کا ایک حصہ لگاتے ہیں اور اپنے خیال سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا ہے۔ پھر جو اُن کے معبودوں کا (حصہ) ہے تو وہ اللہ کے کام میں نہیں آسکتا اور جو اللہ کا ہے وہ اُن کے معبودوں کو مل سکتا ہے۔ کیا برا فیصلہ کرتے ہیں! اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کو اُن کے شریکوں نے اپنی اولاد کا مار ڈالنا اچھا بتایا ہے انھیں تباہ کرنے کے لیے اور ان کے دین میں میل کرنے کے لیے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو یہ مشرک اس کام کو نہ کرتے آپ (اے پیغمبر) انھیں اور ان کے بہتانوں کو (اپنے حال پر) چھوڑ دیں۔ اور (مشرک) کہتے ہیں یہ جانور اور کھیت اچھوت ہیں، انھیں کوئی نہیں کھا سکتا مگر جسے ہم چاہیں اپنے خیال کے موافق وہ ⇦⇦

اللہ تعالیٰ نے تحریم کے ساتھ اپنی صفت ربوبیت کو ذکر کیا ہے۔ جس سے یہ پتا چلتا ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کے لئے جن جن چیزوں کو حلال کیا ہے وہ ان کے حق میں مفید ہیں۔ اور جن جن چیزوں کو حرام کیا ہے وہ ان کے لئے سخت مضر ہیں۔ اس لئے کہ کوئی مربی اپنے زیر تربیت شخص کو نقصان دہ چیزیں استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔



⇦⇦ کھا سکتا ہے اور کچھ جانور ایسے ہیں جن کی پشت پر سوار ہونا منع ہے اور کچھ جانوروں پر اللہ کا نام نہیں لیتے، اللہ پر جھوٹ باندھنے کو، وہ ان کے جھوٹ باندھنے کی سزا اُنھیں جلد دے گا۔ اور کہتے ہیں کہ ان جانوروں کے پیٹ میں جو (بچہ) ہے وہ ہمارے مَردوں کے لیے خاص ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے، اور اگر مرا ہوا ہو تو سب (مرد و عورت) اس میں شریک ہیں (سب کھا سکتے ہیں) اللہ انھیں اس کہنے کا جلد بدلہ دے گا وہ حکمت والا ہے جاننے والا۔ جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھ کر جہالت کر کے نادانی سے اپنی اولاد کو مار ڈالا اور اللہ نے جو رزق اُنھیں دیا اسے حرام ٹھہرایا وہ گھاٹے میں پڑ گئے، وہ گمراہ ہوئے اور راہ پر نہیں آسکتے۔'' نیز دیکھیے المائدۃ:۵/ ۱۰۳۔

پہلی تاکیدی نصیحت

شرک کی ممانعت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا ﴾

''اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ۔''

حرام چیزوں میں سب سے پہلی چیز شرک باللہ ہے۔آیت مذکورہ میں تمام چیزوں میں اسی کو مقدم رکھا گیا ہے۔شرک اتنا بڑا گناہ ہے کہ اللہ چاہے تو سارے گناہ دے مگر مشرک کو نہیں بخشے گا اور اس کے اوپر جنت کو حرام قرار دے دیا ہے۔ [1]

[1] ارشادِ باری تعالیٰ ہے:﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ۝۴۸ ﴾(النساء:٤/ ٤٨)''بے شک اللہ شرک کو تو بخشنے والا نہیں اور شرک کے سوا (جو گناہ ہیں) جسے چاہے بخش دے (اور جسے چاہے نہ بخشے، عذاب کرے) اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اس نے بڑا گناہ باندھا۔'' ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝۱۱۶ ﴾(النساء:٤/ ١١٦)''اللہ شرک کو نہیں بخشے گا (جو کوئی مشرک مرا اُس کی مغفرت نہ ہوگی) اور اس سے کم (درجہ گناہوں کو) جسے چاہے بخش دے، اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ پرلے سرے کا گمراہ ہو گیا۔'' مشرک کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝۳۱ ﴾(الحج:٢٢/ ٣١)''اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے تو اس کی مثال ایسی ہے) جیسے وہ آسمان سے گر پڑا پھر (راہ میں) پرندے اسے اچک لیں (نوچ کھائیں) یا آندھی اسے (اُڑا کر) کہیں دور پھینک دے۔'' شرک کرنے سے نیک اعمال برباد ہو جاتے ہیں، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ لَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۸۸ ﴾(الانعام:٦/٨٨)''اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو ان کا کیا کرایا (سب) اکارت ہوتا۔'' ایک اور مقام پر اللہ کا ارشاد ہے:﴿ وَ لَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۶۵ ﴾(الزمر:٣٩/٦٥)''اور آپ کی طرف اور آپ سے پہلے جو (پیغمبر) گزر گئے ان کی طرف (بھی) یہ حکم بھیجا جا چکا ہے، اگر تو نے (اللہ کے ساتھ) شرک کی تو تمھارا کیا کرایا (سب) اکارت ہو جاتا اور تم ٹوٹے میں پڑ جاتے۔'' ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اوصانی خلیلی اَلَّا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَ اِنْ قُطِعْتَ اَوْ حُرِّقْتَ (ابن ماجۃ،الفتن،الصبر علی البلاء،ح:٤٠٣٤) ⇦

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴾ (المائدة: ٥/ ٧٢)

''جو اللہ کے ساتھ شرک کرے گا تو اللہ اس پر جنت کو حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔''

نبی اکرم ﷺ کی ایک حدیث اس طرح ہے، ابوذر سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

((يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: يَا ابْنَ آدَمَ! لَوْ عَمِلْتَ قُرَابَ الْاَرْضِ خَطَايَا وَلَمْ تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا جَعَلْتُ لَكَ قُرَابَ الْاَرْضِ مَغْفِرَةً)) [1]

''اللہ فرماتا ہے: آدم کے بیٹے! اگر تو زمین بھر کر گناہ کرے اور میرے ساتھ کچھ بھی شرک نہ کرے تو میں تجھے زمین بھر کر بخشش عطا کروں گا۔'' [2]

⇦⇦ ''مجھے میرے خلیل (نبی ﷺ) نے وصیت کی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا خواہ تمھیں کاٹ دیا جائے یا جلا دیا جائے۔'' شرک کرنے والا جہنمی ہے، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو شخص اس حالت میں مرا کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہو وہ آگ میں داخل ہوگا۔'' (مسلم، الایمان، الدلیل علی من مات......، ح:٩٢) شرک نہ کرنے والے امتی کے لیے جنت کی خوشخبری ہے، چنانچہ ارشادِ نبوی ہے: ((مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ)) (مسلم، الايمان، الدليل على من مات لايشرك باللّٰه شيئا دخل الجنة، ح:٢٦٨) ''جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اللہ کے ساتھ بالکل شرک نہیں کرتا تھا وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' ارشادِ نبوی ہے: ''میرے پاس جبریل آئے اور انھوں نے مجھے یہ بشارت دی کہ آپ کی امت میں سے جو اس حال میں فوت ہو کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' (بخاری، الجنائز، و من كان آخر كلامه......، ح:١٢٣٧، مسلم، الايمان، الدليل على من مات لايشرك باللّٰه شيئا دخل الجنة، ح:٩٤)

[1] مسند احمد ٥/١٤٧، ح:٢١٣١١.

[2] زیرِ بحث آیت میں اور نبی اکرم ﷺ نے فرما کر شرک کے تمام مظاہر کو ممنوع اور حرام قرار دے دیا، خواہ دوسرے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک قرار دیا جائے، یا مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف قرار دیں ⇦⇦

یہ نکتہ ذہن میں رکھا جائے کہ شرک میں قتل القلوب ہے (یعنی جس دل میں توحید نہ ہو وہ دل مردہ ہے)۔



⇦ ⇦ جیسے عیسیٰ علیہ السلام کو صفتِ الوہیت سے متصف ٹھہرایا گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ ﴾ (المائدة: ٥/١١٦) ''اور جب (قیامت کے دن) اللہ فرمائے گا مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا آپ نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا اللہ بنا لو؟ وہ کہیں گے تو پاک ہے مجھ سے کہیں ہو سکتا ہے کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔''

دوسری تاکیدی نصیحت

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا﴾

''اور ماں باپ کے ساتھ احسان کیا کرو۔''

شرک کی ممانعت کے بعد اللہ نے ماں باپ کے ساتھ احسان کا حکم دیا ہے۔ [1] اور عربی میں ہر چھوٹی بڑی بھلائی کو احسان کہتے ہیں۔

[1] قرآنِ مجید میں سورۃ الانعام کے علاوہ بہت سے مقامات پر اللہ تعالیٰ کی توحید، عبادت یا شرک کی ممانعت کے تذکرے کے بعد والدین سے حسنِ سلوک کا حکم دیا گیا ہے، ان قرآنی مقامات کی ترتیب ملاحظہ کیجیے:

﴿وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ قف وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا﴾ (البقرۃ: ۲/۸۳)

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا﴾ (النساء: ۴/۳۶)

﴿وَ قَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ط اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ﴿۲۳﴾ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ﴿۲۴﴾ ط﴾ (بنی اسرءیل: ۱۷/ ۲۳۔ ۲۴)

﴿وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ط اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۳﴾ وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ ج حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیْكَ ط اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ﴿۱۴﴾ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓی اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ لا فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا ز﴾ (لقمٰن: ۳۱/۱۳ تا ۱۵)

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ ج اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ج جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسٰنًا ط﴾

(الاحقاف: ۴۶/ ۱۳۔۱۵)

اس ترتیب میں غالباً حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو پیدا کرنے والا ہے جبکہ والدین انسان کی پیدائش کا ذریعہ ہیں۔ اصل خالق کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانے کی تلقین کی گئی اور تخلیق کے ذریعے کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی تاکید کی گئی۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: ''اللہ کی رضا والدین کی رضا اور اللہ کی ناراضی والدین کی ناراضی میں ہے۔'' (صحیح ترمذی: ۱۸۹۹؛ ابن حبان ۲/۴۵۹؛ حاکم ۴/۱۵۲)

احسان میں ماں کا درجہ باپ سے تین گنا بڑھ کر ہے۔

نبی ﷺ کی ایک حدیث اس طرح ہے، ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی رسول ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا:

یا رسول اللہ من احق الناس بحسن صحابتی؟ قال:((اُمُّكَ)) قال: ثم من؟ قال:((ثُمَّ اُمُّكَ)) قال: ثم من؟ قال: ((ثُمَّ اُمُّكَ)) قال: ثم من؟ قال:((ثُمَّ اَبُوْكَ))[1]

"اللہ کے رسول! میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ فرمایا: تمھاری ماں۔ اس نے کہا: پھر کون؟ آپ نے فرمایا: تمھاری ماں۔ اس نے کہا: پھر کون؟ فرمایا: تمھاری ماں۔ کہا: پھر کون؟ فرمایا: تمھارا باپ۔"

نبی ﷺ کی دوسری حدیث اس طرح ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَایَلِجُ حَائِطَ الْقُدُسِ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَلَا الْعَاقُّ لِوَالِدَیْهِ وَلَا الْمَنَّانُ عَطَاءَ هُ))[2]

"جنت میں تین آدمی داخل نہیں ہو سکتے، شرابی، ماں باپ کا نافرمان اور احسان جتانے والا۔"

نکتہ یہ ملحوظ رکھا جائے کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک نہ کرنے میں قتل الروابط الاسریة (خاندانی تعلقات کا قتل) ہے۔



---

1. بخاری، الادب، من احق الناس......ح:٥٩٧١.
2. مسند احمد٣/٢٢٦، ح:١٣٣٦٠، حسن لغیرہ.

تیسری تاکیدی نصیحت

اولاد کے قتل کی ممانعت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ ۚ ﴾

''اپنی اولاد کو املاق کے ڈر سے قتل مت کرو، ہم تمھیں بھی رزق دیں گے اور انھیں بھی۔''

جب اللہ تعالیٰ نے اولاد کو حکم دیا کہ وہ اپنے والدین سے حسنِ سلوک کریں تو اس کے بعد والدین کو بھی حکم دیا کہ وہ اولاد پر ظلم نہ کریں، تاکہ اسلامی معاشرے کی تشکیل الفت و مودت اور پاکیزہ تعلقات کی مضبوط بنیادوں پر دی جائے۔ اپنے حقوق پر ہی نظر نہ رکھی جائے بلکہ اپنے فرائض کو بھی مدنظر رکھا جائے۔

کہا جاتا ہے املق الدھر (زمانے نے مال کو ہاتھ سے نکال دیا)۔

معلوم یہ ہوا کہ املاق محتاجی کو نہیں بلکہ اس اندیشے کو کہتے ہیں کہ موجود مال خرچ ہو کر ختم نہ ہو جائے۔ غور کریں کہ یہاں املاق کہا گیا ہے۔ اور والدین کو مقدم کیا گیا ہے، یہ بتلانے کے لئے کہ والدین جس فقر سے دوچار ہیں اس کی وجہ سے اولاد کو قتل نہ کریں اور سورہ بنی اسراء یل ۳۱: میں خشية املاق کہا گیا اور اولاد کو مقدم کیا گیا،[1] یہ بتانے کے لئے کہ مستقبل میں محتاجگی کے ڈر سے اولاد کو قتل نہ کریں۔

نبی اکرم ﷺ کی ایک حدیث اس طرح ہے: عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں:

[1] اس آیت کی ترتیب یوں ہے: ﴿ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۝۳۱ ﴾ (بنی اسرء یل: ۱۷/۳۱) ''اور محتاجی (افلاس) کے ڈر سے اپنے بچوں کو مار نہ ڈالو، ہم انھیں اور تمھیں دونوں کو روزی دیتے ہیں، بے شک ان کا مار ڈالنا بڑا گناہ ہے۔''

سألت النبی ﷺ ای الذنبِ اعظم عند اللہ؟ قال: ((اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰہِ نِدًّا وَھُوَ خَلَقَكَ)) قلتُ: ان ذلك لعظیم،قلت: ثم ای؟ قال: ((وَاَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ تَخَافُ اَنْ یَطْعَمَ مَعَكَ)) قلت: ثم ای؟ قال: ((اَنْ تُزَانِیَ حَلِیْلَةَ جَارِكَ)) [1]

''میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ اللہ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے زیادہ بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو اللہ کا شریک بنائے جب کہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ میں نے کہا یہ تو بہت بڑی بات ہے۔میں نے کہا پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا، کہ اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کر دے کہ تیرے ساتھ کھائے گی۔ [2] میں

[1] بخاری ، التفسیر، قولہ تعالٰی: فلاتجعلوا للہ ...... ح : ٤٤٧٧.

[2] ایک سبب تو یہی تھا کہ مشرکین کے بعض قبائل رزق کی تنگی کے ڈر سے یہ حرکت کرتے تھے۔ دوسرا سبب معاشرتی تھا، جاہلی معاشرے میں بیٹی کی پیدائش کو باعثِ عار سمجھا جاتا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ۝ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝﴾(النحل:١٦/ ٥٨، ٥٩) ''اور (ان کافروں کا حال یہ ہے) جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خبر دی جاتی ہے (کہ تمھارے گھر بیٹی پیدا ہوئی) تو مارے رنج اس کا منہ کالا پڑ جاتا ہے اور گھٹ کر رہ جاتا ہے۔ (بیٹی پیدا ہونے کی) بُری خبر کی وجہ سے جو اُسے دی گئی تھی لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے (دل میں سوچتا ہے) کیا اسے ذلت کے ساتھ رہنے دے یا اسے مٹی میں دبا دے (زندہ گاڑ دے) سنو تو یہ کیا بُری تجویز کرتے ہیں۔'' ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ۝﴾(الزخرف:١٧/٤٣) ''اور ان (کافروں) میں سے جب کسی کو اس چیز کی (پیدائش کی) خبر دی جائے جسے اللہ کے لئے بیان کرتا ہے تو اس کا منہ کالا پڑتا جاتا ہے اور اندر ہی اندر غصہ سے گھٹتا رہتا ہے۔''

مشرکین ذلت و رسوائی سے بچنے کے لیے بھی یہ کام کرتے تھے۔ وہ سوچتے کہ ہماری بیٹیاں دشمن قبیلے کی قید میں چلی گئیں تو ہماری ناک کٹ جائے گی، لہٰذا وہ نوبت یہاں تک پہنچنے سے پیشتر ہی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ بتوں کی خوشنودی کے حصول کی خاطر بھی ایسا ظلم روا رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ⇦

نے کہا۔ پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا کہ، تو اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ بدکاری کرے۔"

نکتہ ملحوظ رہے کہ قتل اولاد میں قطع التناسل ہے۔

اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل کرنا اللہ پر عدم توکل اور عدم اعتماد ہی کی دلیل نہیں بلکہ اس کی صفت رزاقیت پر براہِ راست اعتراض ہے کہ وہ مخلوق کو پیدا تو کئے جاتا ہے مگر ان کے لئے

⇐ بیٹیوں پر ظلم کرنے والوں کی شدید الفاظ میں مذمت کی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَ كَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَ لِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَ مَا يَفْتَرُوْنَ ﴾(الانعام:٦/١٣٧) "اور اسی طرح بہت مشرکوں کو اُن کے شریکوں نے اپنی اولاد کا مار ڈالنا اچھا بتایا ہے انھیں تباہ کرنے کے لیے اور ان کے دین میں میل کرنے کے لیے۔(شبہہ ڈالنے کے لیے) اور اگر اللہ چاہتا تو یہ مشرک اس کام کو نہ کرتے تو (اے پیغمبر) انھیں اور ان کے بہتانوں کو (اپنے حال پر) چھوڑ دیجیے۔" ﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾(الانعام:٦/١٤٠) "بے شک جن لوگوں نے جہالت کر کے نادانی سے اپنی اولاد کو مار ڈالا وہ گھاٹے میں پڑ گئے۔" اس سلسلے میں قرآن کا ایک عجیب انداز ملاحظہ کیجیے: ﴿وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۙ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۚ﴾(التکویر:٨١/٨۔٩) "اور جب اس لڑکی سے جو زندہ در گور کی گئی پوچھا جائے کہ وہ کس قصور میں ماری گئی؟" اللہ تعالیٰ کی عدالت اور انصاف کا اندازہ کیجیے کہ کسی مظلوم پر ظلم کیا گیا ہے وہ خود اپیل کرے، اس کا ایک درجہ ہے۔ اگر اس کی طرف سے کوئی وکیل یا دیگر لوگ اپیل کر دیں، وہ خود اپیل نہ کرے تو اس کا درجہ اور بھی زیادہ ہے، جس عدالت کا جج خود سوال کرلے اور خود ہی ایکشن لے لے تو اس کا درجہ سب سے زیادہ ہے۔ قیامت کے دن مظلوم بچیوں سے پوچھا جائے گا کہ تمھیں کیوں قتل کیا گیا؟ ان کی گواہی کے بعد ظالموں پر حجت قائم ہو جائے گی اور انھیں سخت سزا سے دوچار ہونا پڑے گا۔ لہٰذا اولاد پر ظلم کرنے کی بجائے اللہ رب العالمین اور رازق و رزّاق کی اس نعمت کی قدر کرنا چاہیے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَ حَفَدَةً وَّ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۙ﴾(النحل:١٦/٧٢) "اور اللہ نے تم ہی میں سے تمھاری بیویوں کو بنایا اور تمھاری بیویوں سے تمھارے بیٹے اور پوتے اور نواسے پیدا کئے (یا بیٹیاں یا سسرالی رشتہ دار) اور تمھیں پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں۔ کیا یہ لوگ جھوٹ کو (بتوں کو) تو مانتے ہیں اور اللہ کے احسان کو نہیں مانتے۔"

غذائی ضروریات فراہم نہیں کرتا۔ [1]

حقیقت یہ ہے کہ انسان کی نظر محض ان ظاہری اسباب وعوامل پر ہوتی ہے جو اس وقت موجود ہوتے ہیں۔اور مخفی اسباب اس کی نظروں سے اوجھل ہوتے ہیں۔ظاہر بین ماہرین معاشیات اس مسئلہ میں اکثر دھوکہ کھا جاتے ہیں۔

برطانیہ کے مشہور ماہر معاشیات مالتھس نے ایک کتاب ''اصول آبادی'' لکھ کر یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ انسانی آبادی جیومیٹری کے حساب یعنی ۱۔۲۔۴۔۸۔۱۶ کی نسبت سے بڑھ رہی ہے۔جب کہ وسائل پیداوار حساب کی نسبت یعنی ۱۔۲۔۳۔۴۔۵ کی نسبت سے بڑھتے ہیں اور اپنے اس نظریے کے مطابق برطانیہ کی موجودہ آبادی اور وسائل پیداوار کا حساب لگا کر یہ پیشین گوئی کی کہ اگر انسانی پیدائش اور وسائل پیداوار کی یہی صورت حال رہی تو برطانیہ پچاس سال کے اندر اندر افلاس کا شکار ہو جائے گا اور اس کا علاج یہ تجویز کیا کہ انسانی پیدائش پر کنٹرول کیا جائے اور شادی میں حتی الوسع تاخیر سے کام لیا جائے۔لیکن تاریخ نے مالتھس کے اس نظریہ افلاس کو غلط ثابت کر دیا۔پیدائش پر کنٹرول نہ کرنے کے باوجود برطانیہ کی خوشحالی

---

[1] ہر مخلوق کا اللہ تعالیٰ ہی روزی رساں ہے لہٰذا اس کی کمی کے خدشے کے پیش نظر ظلم نہ کریں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿ وَ مَا مِنۡ دَآبَّۃٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزۡقُہَا ﴾(ھود: ۱۱/۶)''اور زمین پر جو جانور چلتا پھرتا ہے اس کی روزی اللہ پر ہے۔'' ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَ کَاَیِّنۡ مِّنۡ دَآبَّۃٍ لَّا تَحۡمِلُ رِزۡقَہَا ٭ۖ اَللّٰہُ یَرۡزُقُہَا وَ اِیَّاکُمۡ ۫ۖ وَ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۶۰﴾ ﴾ (العنکبوت:۲۹/۶۰) ''اور (دنیا میں) کتنے جانور ایسے ہیں جو اپنی روزی لادے نہیں پھرتے ،اللہ ہی انھیں روزی دیتا ہے اور تمھیں بھی (وہی دیتا ہے)اور وہ سب کچھ سنتا جانتا ہے۔'' ''تمھارا یہ سمجھنا کہ روزی کے مالک تم ہو بالکل غلط ہے، یہ ہمارا کام اور ہمارا ذمہ ہے۔بہر حال کفار کا تو کہنا ہی کیا ہے، اس وقت مسلم حکومتیں اسی بہانے سے ضبطِ ولادت یا خاندانی منصوبہ بندی کے نام پر منظم طریقے سے قتلِ اولاد کا جرم کر رہی ہیں کہ ہمارے پاس وسائل کم ہیں، ہم زیادہ آبادی کی خوراک کا بندوبست نہیں کر سکتے، حالانکہ یہ کفر کا کلمہ ہے۔ خوراک کا بندوبست تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور جیسے جیسے آبادی بڑھتی ہے زمین کے خزانوں کے منہ کھلتے جا رہے ہیں۔''(تفسیر دعوۃ القرآن ۲/ ۲۵۵)

بڑھتی گئی اور ظاہری سبب یہ بنا کہ برطانیہ میں صنعتی انقلاب آ گیا جو سبب مالتھس کی نظروں سے اوجھل تھا مگر اللہ کے علم میں تھا۔ چنانچہ بعد میں آنے والے معیشت دانوں نے اسے 'جھوٹا پیشین گو' کے نام سے یاد کیا۔

مالتھس کا یہ نظریہ ایک اور قباحت اپنے ساتھ لایا۔ یہ قباحت فحاشی اور بدکاری کی لعنت تھی۔ کیونکہ مالتھس کے نزدیک برتھ کنٹرول یعنی حمل کو ادویات کے ذریعے ضائع کر دینے کا عمل وقت کی بہت بڑی ضرورت تھی۔ یہی بات عیاشی، فحاشی اور بدکاری کا بڑا سبب بن گئی۔



چوتھی تاکیدی نصیحت

قول و فعل میں فحش کی ممانعت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ﴾

''اور ظاہری اور باطنی فواحش کے قریب مت جاؤ۔''

آیت کریمہ میں الفواحش کا مطلب ہے:

ما عظم قبحه من الاقوال والافعال۔ یعنی وہ اقوال اور افعال جن کی قباحت بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔

فحشاء کا لفظ جب منکر کے مقابلے میں آئے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ جنسی جذبات کی بے اعتدالی سے جو عمل وجود میں آئے، اسے فحشاء کہتے ہیں۔ [1]

[1] اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کے کئی مقامات پر فواحش کی مذمت کی، اس سے منع کیا اور اسے حرام قرار دیا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴾ (النحل:٩٠/١٦) ''اللہ عدل اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے اور ناطے والوں کو دینے کا۔ اور بے حیائی، برائی اور ظلم و زیادتی کرنے سے منع کرتا ہے، وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔'' ﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ ۖ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا ﴾ (بنی اسراءیل:٣٢/١٧) ''اور زنا کے پاس نہ پھٹکو، بے شک زنا بے شرمی (بے حیائی) اور برا چلن ہے۔'' ﴿ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَن تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا ﴾ (الاعراف:٣٣/٧) ''کہہ دیجیے! میرے رب نے تو برے کاموں کو حرام کیا ہے؛ کھلم کھلا ہوا یا چھپا کر، اور گناہ کو اور ناحق ستانے کو، اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے کو جس کی اس نے کوئی سند نہیں اُتاری۔'' یہ شیطانی کام ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ ﴾ (النور:٢١/٢٤) ''ایمان والو! شیطان کے قدم بقدم مت چلو (اس کی پیروی نہ کرو) اور جو کوئی شیطان کی پیروی کرے تو وہ (شیطان) تو بے حیائی اور بُرے ہی کام کرنے کو (اسے) کہے گا۔'' ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ ﴾ (البقرۃ:١٦٩/٢) ''وہ (شیطان) تو تمھیں برائی اور بے شرمی کے کام کرنے کو کہے گا۔'' ﴿ الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ ﴾ (البقرۃ:٢٦٨/٢) ''شیطان تمھیں ڈراتا ہے ⇦

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث اس طرح ہے، عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((خِيَارُكُمْ اَحَاسِنُكُمْ اَخْلَاقًا))، ولم يكن النبى ﷺ فاحشا ولا متفحشا [1]

''تم میں سب سے زیادہ بہتر وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہوں۔اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فاحش اور متفحش نہیں تھے۔''

فاحش بالقول و متفحش بالفعل یعنی فاحش کا تعلق قول سے ہے اور متفحش کا تعلق فعل سے ہے۔یعنی زبان سے گندی باتیں نکالنے والا فاحش ہے۔اور اعضاء و جوارح سے گندہ عمل کرنے والا متفحش ہے۔

یہاں نکتہ یہ ملحوظ رہے کہ فواحش کے ارتکاب سے قتل المجتمعات حسًا و معنویًا (سوسائٹی کا حسی اور معنوی قتل) ہے۔یعنی بدکاری اور فحاشی میں مبتلا ہونے والی قوم کی غیرت مرجاتی ہے۔



⇦ ⇦ محتاجی سے اور بے شرمی کا حکم دیتا ہے۔'' ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (النور: ٢٤/١٩) ''بے شک جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں بے حیائی پھیلے جو ایمان لائے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

[1] ترمذی ، البر والصلة، ما جاء فى الفحش،ح:١٩٧٥.

پانچویں تاکیدی نصیحت

قتلِ ناحق کی ممانعت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ﴾

''اور جس جان کا قتل کرنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کا ناحق قتل مت کرو۔''

اسلام میں انسانی جان کا اس قدر احترام ہے کہ ایک آدمی کا ناحق قتل پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے۔ [1] نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث اس طرح ہے، عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَ مَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ ﴾ (المائدۃ: ۵/۳۲) ''جو کوئی بے خون کیے یا ملک میں بے فساد کیے کسی کو (ناحق) مار ڈالے اس نے گویا سب آدمیوں کو مار ڈالا اور جس نے ایک کو جلایا تو گویا سب آدمیوں کو جلایا۔'' آج کل کسی یہودی، نصرانی، ہندو وغیرہ کے قتل پر اسی آیت کو پیش کیا جاتا ہے مگر ﴿ بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ ﴾ کو مدنظر نہیں رکھا جاتا۔ کسی قاتل، مرتد اور گستاخِ رسول کا قتل تمام انسانوں کا قتل نہیں۔ (تاہم اس کے قتل کے طریقہ کار کو زیرِ بحث لایا جا سکتا ہے) اسی لیے قرآن میں 'اِلَّا بِالْحَقِّ' کے الفاظ کئی مقامات پر آئے ہیں، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ الَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ﴾ (الفرقان: ۲۵/۶۸) ''اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو الٰہ نہیں پکارتے (اسی کی یاد کرتے ہیں، اسی کی عبادت کرتے ہیں) اور جس جان کا مارنا اللہ نے حرام کیا ہے اسے نہیں مارتے مگر حق پر (جیسے خون کے بدلے خون)۔'' ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ﴾ (بنی اسراءیل: ۱۷/۳۳) ''اور جس جان کا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے اسے مت مارو مگر حق پر۔'' 'اِلَّا بِالْحَقِّ' یعنی جن لوگوں کا قتل جائز ہے، وہ کئی قسم کے ہیں:

۱: شادی شدہ بدکار (مسند احمد ۵/ ۱۳۲، ح: ۲۱۵۲۶)۔

۲: قاتل (البقرۃ: ۱۷۸)

۳: مرتد (بخاری: ۶۸۷۸؛ مسلم: ۱۶۷۶)

۴: شرعی خلیفہ کی بیعت تڑوا کر اپنی بیعت کروانے والا۔ (مسلم: ۱۸۵۲۔ ۱۸۵۳)

۵: باغی گروہ (الحجرات: ۹)

⇦⇦

((لَاتُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا اِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ الْاَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا لِاَنَّهُ اَوَّلَ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ)) ❶

''کوئی آدمی اگر ظلم سے قتل کر دیا جائے تو اس کے قتل کے گناہ کا ایک حصہ آدم کے پہلے بیٹے (قابیل) پر ہوگا۔ اس لیے کہ یہی وہ شخص ہے جس نے قتل کا طریقہ ایجاد کیا۔'' ❷

⇦⇦

۶: مسلمانوں کے درمیان خوف و ہراس پھیلانے والے، انھیں دہشت زدہ کرنے والے اور فتنہ فساد پھیلانے والے۔ (المائدۃ: ۳۳؛ بخاری: ۲۳۳؛ ابوداؤد: ۴۳۵۳)

۷: شاتمِ رسول (ابوداؤد: ۴۳۶۱، ۴۳۶۳)

۸: جادوگر (مسند احمد ۱/ ۱۹۰؛ بیہقی ۸/ ۱۳۶)

۹: محرم عورت سے نکاح یا بدکاری کرنے والا (ابوداؤد: ۴۴۵۶۔ ۴۴۵۷؛ نسائی: ۳۳۳۴؛ ترمذی: ۱۳۶۲)

۱۰: اغلام باز (ابوداؤد: ۴۴۶۲۔ ۴۴۶۳؛ ترمذی: ۱۴۵۶)، لوط علیہ السلام کی قوم کی تباہی کا ایک سبب یہ بھی تھا۔

۱۱: چوپائے سے بدفعلی کرنے والا (ابوداؤد: ۴۴۶۴)

جو شخص کسی ایمان والے انسان کو قتل کر دیتا ہے اس کی سزا بہت سخت ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾ (النساء: ۹۳/۴) ''اور جو کوئی مسلمان کو جان کر (قصد کر کے) مار ڈالے تو اس کا بدلہ جہنم ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اللہ کا غضب اس پر اترے گا اور اللہ کی پھٹکار اس پر پڑے گی اور اللہ نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

❶ بخاری، احادیث الانبیاء، خلق آدم و ذریته، ح: ۳۳۳۵.

❷ انسان کا خونِ ناحق تمام انبیاء کی شریعتوں میں سنگین جرم قرار دیا گیا ہے، انسان کسی بھی قوم، مذہب، نسل سے تعلق رکھتا ہو اس کا ناحق قتل ہر شریعت میں خاص طور پر شریعتِ اسلامی میں کبیرہ گناہ بتایا گیا ہے۔ تعجب ہے ان معاندینِ اسلام پر واضح تشریحات ہوتے ہوئے اسلام پر ناحق خون ریزی کا الزام لگاتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان انفرادی یا اجتماعی طور پر یہ جرم کرتا ہے تو وہ خود اس کا ذمہ دار ہے۔ اسلام کی نگاہ میں وہ سخت مجرم ہے۔ چونکہ قابیل نے اس جرم کا راستہ اولین طور پر اختیار کیا، اب جو بھی یہ راستہ اختیار کرے گا اس کا گناہ قابیل پر بھی برابر ڈالا جائے گا۔ ہر نیکی اور بدی کے لیے یہی اصول ہے۔ (شرح صحیح بخاری از مولانا محمد داؤد راز رحمہ اللہ)

ایک اشکال اور اس کا جواب

قتل تو فواحش میں داخل ہے اسے الگ سے کیوں ذکر کیا گیا ہے؟

اس کا جواب امام رازی نے اس طرح دیا ہے:

(۱)...... الگ سے تعظیمًا اور تفخیمًا ذکر کیا ہے۔ جیسے سورۃ البقرۃ کی یہ آیت ہے:

﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَ مَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ جِبْرِيْلَ وَ مِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ۝۹۸﴾ (البقرۃ:۲/ ۹۸)

''جو کوئی اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل اور میکائیل کا دشمن ہو تو بے شک اللہ کافروں کا دشمن ہے۔''

اس آیت میں دیکھئے کہ پہلے لفظ ملائکہ لایا گیا ہے جس میں جبرائیل اور میکائیل شامل ہیں۔ پھر ان کا الگ سے ذکر ان کی عظمت بیان کرنے کے لئے ہے۔ [1]

(۲)...... دوسرا جواب امام رازی نے اس طرح دیا ہے کہ فواحش سے استثناء نہیں ہوسکتا تھا لیکن قتل سے استثناء ہے۔



[1] یہی انداز سورۃ القدر میں اختیار کیا گیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿تَنَزَّلُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَ الرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ۝۴﴾ (القدر:۹۷/٤) ''اس (رات) میں فرشتے اور روح القدس (جبریل) اپنے مالک کے حکم سے ہر کام پر اترتے ہیں۔'' اسی طرح نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ((لا یؤمنُ عبد حتی اکونَ احبَّ الیه من اهله و ماله و الناس اجمعین)) (مسلم ۱/٦۷) ''کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک مَیں اس کے نزدیک اس کے اہل، مال اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔'' اہل کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کا الگ ذکر ہوا، حالانکہ والناس اجمعین میں اہل بھی شامل ہے۔

چھٹی تاکیدی نصیحت

یتیم کا مال کھانے کی ممانعت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ﴾

''اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ۔مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحسن ہو، یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جائیں۔''

آیت کریمہ میں ﴿ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ﴾ سے مراد ہے پختگی کی عمر کو پہنچ گیا۔

معاشرے کا ایک کمزور طبقہ یتیموں کا طبقہ ہے۔ان کے ساتھ حسن سلوک کی شریعت میں بڑی فضیلت آئی ہے۔نبی اکرم ﷺ کی ایک حدیث اس طرح ہے،ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كَافِلُ الْيَتِيْمِ لَهُ اَوْلِغَيْرِهِ اَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ فِى الْجَنَّةِ))[1]

''اپنے یا اپنے غیر کے یتیم کی کفالت کرنے والا میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے۔''

و اشار مالك بالسبابة والوسطى

''اور مالک نے سبابہ (انگشتِ شہادت) اور وسطی انگلی سے اشارہ کیا۔''

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ)) قَالوا يا رسول الله وما هن؟ قال: ((اَلشِّرْكُ بِاللهِ وَالسِّحْرُ وَ قَتْلُ النَّفْسِ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَكْلُ الرِّبَا وَ اَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَالتَّوَلِّىْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَ

[1] مسلم ، الزهد والرقائق،فضل الاحسان الى الارملة...... ح:٢٩٨٣)

قَذْفُ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ)) ❶

''سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔لوگوں نے پوچھا: اللہ کے رسول! وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو، کسی جان کا ناحق قتل، سود خوری، یتیم کا مال کھانا، ❷ میدان جنگ سے فرار اور بھولی بھالی مومنہ پاکدامن

❶ بخاری ، الوصایا،قول اللہ تعالی:ان الذین یأکلون......ح:٢٧٦٦)

❷ یتیم کا مال کھانے والوں کے لیے قرآن مجید میں سخت وعید آئی ہے،ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ اٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا۝۲ ﴾ (النساء: ٢/٤) ''اور یتیموں کا مال انھیں دے دو اور ستھرا (حلال) دے کر ناپاک (حرام) مت لو اور ان کے مال اپنے مال میں گڈ مڈ کر کے مت کھاؤ، یہ بڑا گناہ ہے۔'' ﴿ وَ لْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۪ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا۝۹ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا۝۱۰ ﴾ (النساء: ٤/ ٩،١٠) ''لوگوں کو (دوسروں کی اولاد کی اتنی) فکر کرنا چاہیے (جیسے) اگر اپنی اولاد اس طرح کم سن چھوڑ کر مرنے لگتے تو ان کی کتنی فکر کرتے اور اللہ سے ڈرنا چاہیے اور سیدھی (سچی) بات کہنا چاہیے۔ بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں، (مرنے کے بعد ان کے پیٹ میں انگارے بھرے جائیں گے) اور (آخرت میں) وہ دوزخ میں جانے والے ہیں۔'' ایک اور مقام پر یتیموں کی سرپرستی کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَ ابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَ لَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ وَ مَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَ مَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا۝۶ ﴾ (النساء: ٦/٤) ''اور یتیموں کو آزماؤ یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر میں پہنچیں (جوان ہوں) پھر (اس عمر کو پہنچنے پر) اگر ان میں صلاحیت اور سمجھداری دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو اور ان کے بڑے ہونے کے خیال سے فضول خرچی کر کے جلدی جلدی ان کا مال مت کھا جاؤ اور یتیم کا سرپرست اگر محتاج نہیں ہے تو یتیم کے مال سے بچا رہے اور جو محتاج ہے تو دستور کے موافق کھا لے، پھر جب تم ان کے مال ان کے حوالے کرو تو گواہ کر دو اس پر اور اللہ بس ہے حساب لینے والا۔'' یتیم پر سختی کرنے سے بھی اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ۝۹ ﴾ (الضحیٰ: ٩/٩٣) ''تو آپ یتیم کو مت دبائیں۔'' ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ۝۱ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ۝۲ ﴾ (الماعون: ١/١٠٧، ٢) ''کیا آپ ⇦⇦

عورتوں پر تہمت لگانا۔‘‘



⇦ ⇦ نے اسے دیکھا جو جزا وسزا جو جھٹلاتا ہے؟ یہی وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔‘‘ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو یتیم کی تکریم نہیں کرتے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۙ وَ لَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۙ وَ تَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۙ﴾ (الفجر:۸۹/ ۱۷ تا ۱۹) ’’یہ بات نہیں ہے یہ کہ تم (اس سے بدتر کام کرتے ہو تم) یتیم کی خاطر داری نہیں کرتے۔ اور محتاج کو کھانا کھلانے کے لئے (اپنے آپ یا دوسروں کو) رغبت نہیں دلاتے اور مردے کا سارا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔‘‘ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ! میں دو کمزوروں یتیم اور عورت کی حق تلفی کرنا حرام ٹھہراتا ہوں۔‘‘ (ابن ماجة،الادب،حق اليتيم، ح: ۳٦۷۸) اس کے برعکس یتیم کی خدمت کرنا بہت بڑی نیکی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۙ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۙ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۙ﴾ (البلد:۹۰/ ۱۱۔۱۵) ’’اس سے نہ ہو سکا کہ گھاٹی میں داخل ہوتا، اور آپ کیا جانیں کہ گھاٹی کیا ہے؟ ایک گردن آزاد کروا دینا۔ یا بھوک کے دن یتیم کو کھانا کھلانا جو ناطے دار بھی ہو۔‘‘

ساتویں تاکیدی نصیحت

ماپ تول کو پورا کرنے کا حکم

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ ﴾

''اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا پورا کیا کرو۔ہم کسی شخص کو اس کے امکان سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔''

اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث اس طرح ہے۔ابن عباس سے مروی ہے:

قال رسول اللہ ﷺ لاصحاب الكيل والوزن ((اِنَّكُمْ قَدْ وُلِّيْتُمْ اَمْرًا فِيْهِ هَلَكَةُ الْاُمَّةِ السَّالِفَةِ)) [1]

''رسول اللہ ﷺ نے بیوپاریوں سے فرمایا کہ تمھیں ایسا معاملہ سونپا گیا ہے جس کے اندر پہلی امتیں ہلاک ہوگئی ہیں۔'' [2]

---

[1] مستدرك حاكم، البیوع، ۲/۳۰، ح:۲۲۳۲،وسندہ ضعیف، اس روایت میں حسین بن قیس متروک راوی ہے۔

[2] اس کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر دیا ہے، ماپ تول میں کمی کرنے سے منع کیا ہے اور ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو یہ حرکت کرتے ہیں بلکہ قرآن کی ایک سورت کا نام بھی انہی لوگوں کی مذمت کے لیے المطفّفین رکھا گیا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ ﴾ (بنی اسراء یل:۱۷:۳۵) ''اور جب ماپ کرو تو پورا ماپ دو اور جب تول کر دو تو ٹھیک ڈنڈی سے تولو، یہ اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔'' ﴿ وَ السَّمَآءَ رَفَعَهَا وَ وَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝ وَ اَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝ ﴾ (الرحمن:۵۵/۷-۹) ''اور اسی نے آسمان کو اونچا کیا اور ترازو کو نیچا کیا (زمین پر رکھا۔) اس لئے کہ تم انصاف کی حد سے نہ گزرو۔(یا تولنے میں فرق نہ کرو) اور ٹھیک تولا کرو اور ترازو میں کمی نہ کرو۔'' ﴿ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ ﴾ (الاعراف:۷/۸۵) ''تو ماپ تول کو پورا کرو اور لوگوں کو اُن کی چیزوں کم نہ دو۔'' ﴿ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ ⇦⇦

﴿لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ﴾ سے بتایا گیا ہے وفائے کامل بندے کی استطاعت سے باہر ہے۔ ❷ یہاں عدم حرج اور تیسیر کا قاعدہ نکل رہا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ مجتہد سے

⇦⇦ يَسْتَوْفُوْنَ ۟ وَ اِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّ زَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۟ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓىِٕكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۟ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۟ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۟﴾ (المطفّفين: ١-٨٣ـ٦) ''ان لوگوں کی خرابی ہوگی جو (ماپ تول میں) کمی کرتے ہیں۔ جب وہ لوگوں سے ماپ کرلیں تو پورا لیتے ہیں۔ اور جب انھیں ماپ یا تول کر دیں توکم کر دیتے ہیں۔ کیا ان لوگوں کو یقین نہیں کہ وہ (مرکر پھر) ایک بڑے (ہولناک) دن کے لئے اٹھائے جائیں گے۔ جس دن لوگ سارے جہان کے مالک کے سامنے (اپنے اعمال کا حساب دینے کو) کھڑے ہوں گے۔'' حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کی تباہی کا ایک سبب ماپ تول میں کمی بیشی بھی تھا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ ہم جیسے چاہیں اپنے مال میں تصرف کریں، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ﴾ (هود: ١١/٨٧) ''وہ کہنے لگے: شعیب! کیا تیری نماز نے تجھے یہ سکھلایا کہ ہم ان (بتوں) کو چھوڑ بیٹھیں جنھیں ہمارے دادا پوجتے رہے یا اپنے مال میں جو ہم چاہیں وہ (تصرف) نہ کریں!''

❷ اس امت پر اللہ تعالیٰ نے بہت آسانیاں کی ہیں، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَ اعْفُ عَنَّا ۥ وَ اغْفِرْ لَنَا ۥ وَ ارْحَمْنَا ۥ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۟﴾ (البقرة: ٢/٢٨٦) ''اللہ کسی شخص پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر جتنا وہ اٹھا سکتا ہے، جو اُس نے کمایا اس کا فائدہ اسی کو ہوگا اور جو برا کام کیا اس کا وبال اسی پر پڑے گا۔ ہمارے رب! بھول چوک پر ہمیں مت پکڑنا۔ ہمارے رب! جیسے اگلے لوگوں پر تو نے بھاری بوجھ ڈالا تھا ویسا ہم پر مت ڈالنا۔ ہمارے رب! جس بوجھ کے اٹھانے کی ہمیں طاقت نہیں وہ ہم سے مت اٹھوا، اور ہمیں معاف کر دیجیے، ہماری مغفرت کر دیجیے اور ہم پر رحم کیجیے، تو ہی ہمارا مولا (حامی اور مددگار اور آقا) ہے، کافروں کے مقابلے میں تو ہماری مدد کر۔'' حدیث میں ہے کہ جب انھوں نے یہ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''مَیں نے یہ کر دیا ہے۔'' تو بھول چوک کا گناہ معاف کر دیا گیا، اس میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں کہ بھول یا چوک دونوں حالتوں میں گناہ نہیں ہوتا۔ بنی اسرائیل پر سختی کی گئی تھی کہ وہ اپنے آپ کو قتل کریں اور نجاست والی جگہ کاٹ ڈالیں۔ یہ آیت صحابہ کو تعلیم دیتی ہے کہ وہ دعا مانگیں کہ اللہ تعالیٰ ⇦⇦

اگر کوئی غلطی ہو جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔



⇦⇦ ان پر احکام کا وہ سخت بوجھ نہ ڈالے جیسے ان سے پہلی امتوں پر ڈالا گیا تھا۔ (زبدة التفسیر من فتح القدیر للشوکانی، ترجمہ: راقم الحروف) حدیث نبوی ہے: ''جب میں تمھیں کسی کام کا حکم دوں تو اسے جہاں تک ہو سکے بجالاؤ اور جب میں تمھیں کسی کام سے منع کروں تو اسے چھوڑ دو۔''

(مسلم، الحج، فرض الحج مرة فی العمر، ح:١٣٣٧)

آٹھویں تاکیدی نصیحت

حق اور سچ کہنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی ۚ ﴾

''اور جب تم بات کروتو انصاف رکھا کرو۔ گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو۔''

وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ میں معاملات تجاریہ میں عدل کا حکم ہے اور وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا میں معاملات قولیہ میں عدل کا حکم ہے۔ [1]

﴿ وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی ۚ ﴾ کہہ کر یہ بتایا گیا انصاف کے معاملے میں نسبی رشتوں کی کوئی وقعت نہیں۔ اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث اس طرح ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

ان قريشا اهمهم شان المرأة المخزومية التى سرقت فقالوا من يكلم فيها رسول الله ﷺ فقالوا:و من يجترى عليه الا اسامة ابن زيد حب رسول الله ﷺ فكلمه اسامة فقال رسول الله ﷺ: ((اَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ؟)) ثم قام فاختطب، ثم قال: ((اِنَّمَا اَهْلَكَ الَّذِيْنَ قَبْلَكُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَ اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَ اَيْمُ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا)) [2]

---

[1] اللہ تعالیٰ نے قول وفعل میں صداقت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، سچوں کی حوصلہ افزائی کی ہے اور ان کا ساتھ دینے کا حکم دیا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۙ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ ﴾ (الاحزاب:۳۳/۷۰۔۷۱) ''ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سیدھی (صحیح) بات کہو۔ (ایسا کروگے تو) اللہ تمھارے کام بنادے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا۔'' ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ (التوبة: ۱۱۹/۹) ''مومنو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔''

[2] بخاری ، حديث الانبياء،ح:۳٤۷٥.

’’ قریش کی نگاہ میں اس مخزومیہ عورت کا معاملہ بڑی اہمیت کا حامل ہو گیا جس نے چوری کی تھی۔ تو لوگوں نے کہا کہ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کون بات کرے گا؟ لوگوں نے کہا: اس پر اسامہ ابن زید کے علاوہ کون جرأت کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہیں۔ تو اسامہ نے آپ سے بات کی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا، تو اللہ کی حد کے بارے میں سفارش کر رہا ہے۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا۔ اور فرمایا: تم سے پہلے لوگ اس وجہ سے ہلاک ہوئے کہ ان میں سے کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس کے اوپر حد قائم کرتے۔ اور اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔‘‘ [1]

نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ ﴿وَ اِذَا قُلْتُمْ﴾ کا تعلق دعوت دین سے بھی ہے۔ جس میں عدل کا مطلب یہ ہے کہ کھینچ تان کر نص کا مطلب نہ الٹا جائے اور حشو و زوائد سے پرہیز کیا جائے۔



[2] قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَ اِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝﴾ (النساء: ۱۳۵/٤) ’’مومنو! انصاف پر قائم رہو، اللہ کے لیے گواہی دو (یعنی سچی بات کہو) اگرچہ خود تمھارے یا ماں باپ یا عزیزوں کے خلاف ہو، اگر کوئی مال دار ہے یا مفلس تو اللہ ان کا مالک ہے تم (نفس کی) خواہش پر مت چلو انصاف کو چھوڑ کر اور اگر (گواہی میں) پیچ کرو گے یا بچا جاؤ گے تو اللہ کو تمھارے کاموں کی پوری خبر ہے۔‘‘

نویں تاکیدی نصیحت

عہد سے وفا کرنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ﴾

''اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔'' [1]

اس میں اَوْفُوْا کو بعد میں لا کر یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کے عہد کا نفاذ سب سے بڑھ کر ہے۔ [2]

[1] قرآن مجید میں ایفائے عہد کی بہت تلقین کی گئی اور عہد سے وفا کرنے والوں کی تعریف کی گئی، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴾ (بنی اسراءیل: ۳٤/۱۷) ''اور (اپنا) اقرار پورا کرو بے شک (قیامت کے دن) اقرار کی پرسش ہوگی۔'' ﴿وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴾ (البقرۃ: ۱۷۷/۲) ''اور جب کوئی اقرار کیا تو اسے پورا کیا اور سختی اور تکلیف اور لڑائی میں صبر کیا یہی لوگ (ایمان و اسلام کے دعوے میں) سچے ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں۔'' عقلمندوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ لَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۙ﴾ (الرعد: ۲۰/۱۳) ''اور اللہ کے ساتھ جو عہد ہوا ہے اسے پورا کرتے ہیں اور قول شکنی نہیں کرتے (اپنا اقرار نہیں توڑتے)۔'' ﴿وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ﴾ (النحل: ۹۱/۱٦-۹۲) ''اور اللہ کا اقرار پورا کرو جب تم اقرار کرو، اور قسموں کو پکا کرنے کے بعد انھیں نہ توڑو، جس حال میں اللہ کو اپنا ضامن کر چکے ہو بے شک اللہ جو تم کرتے ہو وہ جانتا ہے (اگر تم قسم یا عہد کو توڑو گے تو وہ تمھیں سزا دے گا)، اور اس عورت کی طرح نہ بنو جس نے اپنا کاتا ہوا سوت مضبوط کرنے (بٹنے اور درست کرنے یا محنت اٹھانے) کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ ڈالا۔'' ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ﴾ (المائدۃ: ۱/۵) ''(ایمان والو! معاہدات (اللہ کے حکموں) کو پورا کرو۔''

[2] اللہ تعالیٰ کی توحید (عہد الست) پر قائم رہنا، اس کی اطاعت کرنا اور اس کی نافرمانی سے بچنا اس کے عہد سے وفا کرنا ہے۔ اللہ کے عہد کی پاسداری کرنے کی تلقین سابقہ شرائع میں بھی کی گئی ہے، چنانچہ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کا حکم تھا: ﴿وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَ اِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴾ (البقرۃ: ٤/۲) ''اور پورا کرو وہ اقرار جو تم نے مجھ سے کیا ہے میں بھی اپنا اقرار جو تم سے کیا ہے پورا کروں گا۔'' جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑتے ہیں ان کی ⇦ ⇦

وعدہ یک طرفہ ہوتا ہے۔عہد دوطرفہ ہوتا ہے اور عقد وہ ہے جو تحریر میں لایا جائے۔اس سلسلے میں نبی ﷺ کی ایک حدیث اس طرح ہے،عبداللہ ابن عمرو روایت کرتے ہیں، نبی نے فرمایا:

((اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا اَوْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْ اَرْبَعٍ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا: اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ)) [1]

"چار چیزیں جس میں ہوں وہ منافق ہے۔یا اس میں چاروں میں سے ایک خصلت ہوتو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی۔یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔جب بولے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے، جب عہد کرے تو غداری کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی بکے۔"

اہم نکتہ

آیت ۱۵۱ کے آخر میں تَعْقِلُوْنَ ہے۔امام رازی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں پانچ ذکر کردہ احکام اور پابندیاں ایسی چیزیں ہیں جن کا تعقل اور تفہم ضروری ہے۔

اور آیت ۱۵۲ میں تَذْكُرُوْنَ کے بجائے تَذَكَّرُوْنَ لا کر یہ بتایا گیا ہے کہ صرف ذکر

⇦⇦ مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۪ وَ يَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾﴾ (البقرۃ:۲/۲۷) "جو اللہ کے اقرار کو پکا کر کے پھر توڑتے ہیں اور جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم کیا اسے پھوڑتے ہیں اور ملک میں فساد مچاتے ہیں یہی لوگ نقصان اٹھائیں گے۔" ﴿وَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَ يَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾﴾ (الرعد:۱۳/ ۲۵) "اور جو لوگ اللہ سے پکا قول کر کے پھر اسے توڑ ڈالتے ہیں اور اللہ نے جس کے جوڑنے کا حکم دیا اسے پھوڑ ڈالتے ہیں اور ملک میں فساد مچاتے ہیں۔انہی لوگوں پر لعنت پڑے گی اور (رہنے کو) بُرا گھر ملے گا (یعنی جہنم)۔"

[1] بخاری ، المظالم و الغصب، اذا خاصم فجر،ح: ٢٤٥٩.

مراد نہیں ہے بلکہ دل میں بار بار ان وصایا کو جگہ دینا اور ان سے نصیحت حاصل کرنا مقصود ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جب تذکر بالقلب حاصل ہو جائے تو تذکر باللسان بھی حاصل ہو جائے گا۔

آیت ۱۵۱ کی پانچ نصیحتوں میں تَعۡقِلُوۡنَ لا کر بتایا گیا ہے کہ وہ سب بالکل واضح ہیں اور یہاں تَذَكَّرُوْنَ لا کر بتایا گیا کہ ان چاروں وصیتوں میں غور وفکر اور محنت کی ضرورت ہے تا کہ اعتدال قائم ہو۔



دسویں تاکیدی نصیحت

سیدھے راستے کی پیروی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ﴾

''اور بے شک یہی میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا اِس پر چلو اور دوسری راہوں پر نہ چلو۔ یہ راہیں تم کو اس کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس کا تم کو اللہ نے تاکیدی حکم دیا ہے تا کہ تم احتیاط رکھو۔''

اس آیت میں یہ نصیحت ہے کہ صرف صراط مستقیم کی اتباع کی جائے۔ صراط مستقیم کی تفسیر خود نبی ﷺ نے ایک حدیث میں فرمائی ہے۔ حدیث اس طرح ہے، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كنا عندالنبى ﷺ فخط خطًا و خط خطين عن يمينه و خط خطين عن يساره ثم وضع يده فى الخط الاوسط فقال: ((هٰذَا سَبِيْلُ اللّٰهِ)) ثم تلا هذه الأية: ﴿ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ﴾ [1]

''ہم نبی ﷺ کے پاس تھے۔ کہ آپ نے ایک خط کھینچا اور اس خط کے داہنی طرف دو خط کھینچے اور اس کے بائیں جانب دو خط کھینچے۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ درمیان والے خط پر رکھ کر فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے پھر یہ آیت تلاوت کی۔ اور یہ کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے تو اس کی اتباع کرو۔ اور راستوں کا اتباع نہ کرو۔ یہ راہیں تمھیں اس کی راہ سے جدا کر دیں گی۔''

[1] ابن ماجة، السنة، اتباع سنة رسول اللّٰه ﷺ، ح:۱۱، قال الالبانی: صحیح، جبکہ بعض محققین نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ نے اپنے راستے کو صراط کہا ہے۔ کیونکہ وہ آسان ہے۔ عربی کا محاورہ ہے:

لا تكن حلوًا فتسترط ولا تكن مُرًّا فتعفى

''اتنے میٹھے نہ بنو کہ لوگ تمھیں نگل لیں۔ اور اتنے کڑوے بھی نہ بنو کہ لوگ تم سے دور ہو جائیں۔''

یہاں سرط اور صرط قریب المعنی ہیں۔ یعنی یہ راستہ حلوے کی طرح آسان ہے۔ اور دوسرے راستوں کو سبل کہا کہ وہ سب مشکل ہیں۔

اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حق ہمیشہ ایک ہی ہوتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اختلاف اتباع حق سے نہیں بلکہ اتباع سبل سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی اختلاف تبھی پیدا ہوتا ہے جب امت صراط مستقیم (راہ حق) کو چھوڑ کر دیگر راستوں پر چل پڑتی ہے۔ [1]

[1] دیگر راستوں کو چھوڑ صرف نبی ﷺ کا راستہ اختیار کیا جائے یہی صراطِ مستقیم ہے، اختلاف اور تفرقہ سے بچنے کا یہی راستہ ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ مَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الۡهُدٰی وَ یَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتۡ مَصِیۡرًا ﴾ (النساء:٤/ ١١٥) ''اور جو کوئی سچی راہ کھل جانے کے بعد رسول کے خلاف کرے اور مومنوں کے راستہ کے سوا دوسرا راستہ لے ہم اسے اسی راہ پر چلنے دیں گے (اسی حال پر چھوڑ دیں گے) اور (آخرت میں) اسے درزخ میں لے جا کر ڈال دیں گے اور وہ بری جگہ ہے جانے کی۔'' قرآن کی پہلی سورت میں ہی صراطِ مستقیم کی وضاحت کر دی گئی، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ ۙ ﴾ (الفاتحة:١/ ٥-٦) ''ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ ان کا راستہ جن پر تو نے کرم کیا۔'' یہ راستہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا راستہ ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّ لَهَدَیۡنٰهُمۡ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا ﴿۶۸﴾ وَ مَنۡ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَیۡهِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیۡقِیۡنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیۡنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیۡقًا ﴿۶۹﴾ ﴾ (النساء:٤/ ٦٨-٦٩) ''اور انھیں سیدھی راہ پر ضرور لگا دیتے۔ اور جو لوگ اللہ اور رسول کا کہا مانیں وہ (جنت میں) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جنھیں اللہ نے سرفراز کیا یعنی پیغمبر اور صدیق اور شہید اور نیکیوں کے ساتھ اور ان لوگوں کا ساتھ اچھا ساتھ ہے۔'' اللہ تعالیٰ سے مضبوط ⇦ ⇦

⇦ ⇦ تعلق اور نبی اکرم ﷺ کی اطاعت واتباع ہی صراطِ مستقیم ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ (ال عمرٰن:۳/۱۰۱) ''اور جو کوئی اللہ کی پناہ لے (اس کے دین اور شریعت کو مضبوطی سے تھامے رہے) وہ سیدھے راستے پر لگ گیا۔'' ﴿ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ (الزخرف:۴۳/۶۴) ''بے شک اللہ وہی میرا مالک ہے اور تمھارا بھی مالک ہے، اسی کو پوجتے رہو یہی (توحید) سیدھا راستہ ہے۔'' ﴿ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴾ (الشورٰی:۴۲/۵۲۔۵۳) ''اور آپ سیدھی راہ لوگوں کو دکھلاتے ہیں۔ اس اللہ کی راہ جس کا (سب کچھ) ہے جو آسمانوں میں اور زمین میں (سب کا مالک وہی ہے) سن لیجیے اللہ ہی تک سب کام پہنچیں گے۔'' ﴿ وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ (الزخرف:۴۳/۶۱) ''اور میری اتباع کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔''

اگر کسی مسئلے میں اختلاف ہو جائے تو اس کا حل بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کیا جائے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴾ (النساء:۴/۵۹) ''ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور اس کے رسول کا حکم مانو اور حکومت والوں کا جو تم میں سے ہوں پھر اگر تم (اور حاکمِ وقت) کسی بات میں جھگڑا کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو، اگر تمھیں اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان ہے یہ (تمھارے حق میں) بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے۔''

نوٹ:...... وہ حدیث من گھڑت ہے جس میں یہ کہا گیا ہے: ''میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔''

مؤلف کی تحریری کاوشیں

۱: احسن الجدال بجواب راہ اعتدال
۲: ردتقلید، قرآن وحدیث اوراقوال ائمہ وعلماء کی روشنی میں
۳: رفع الشکوک والاوہام بجواب ۱۲ مسائل ۲۰ لاکھ انعام
۴: دل (قلب کی ماہیت)
۵: تفسیر آیت الکرسی
۶: تفسیر سورۃ اخلاص
۷: عورت اور اسلام
۸: پیارے نبی ﷺ کی پانچ پیاری نصیحتیں
۹: مختصر تاریخ اہل حدیث
۱۰: **یاایھاالذین اٰمنوا** کی تفسیر
۱۱: حجیت حدیث دررد موقف انکار حدیث
۱۲: گناہوں کی بخشش کے دس اسباب
۱۳: اپنے بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی ۱۰ وصیتیں
۱۴: مقاصد وتراجم ابواب بخاری (زیر طبع)
۱۵: نکات قرآن (۲ جلدیں۔ایک ہزار صفحات) (زیر طبع)

ڈاکٹر حافظ محمد شہباز حسن کی تحریری کاوشیں

۱: فتاویٰ افکارِ اسلامی، ۳۱۳ سوالات کے جوابات
۲: تفسیر معارف البیان، سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرۃ (۱۔۵۰ آیات کی تفسیر)
۳: مظلوم صحابیات رضی اللہ عنہن، ظلم وناانصافی کا شکار ہونے والی عورتوں کے لیے اسوہ صحابیات
۴: شوقِ عمل، ارکانِ اسلام پر عمل کی ترغیب
۵: شوقِ جہاد
۶: سجدۂ تلاوت کے احکام اور آیاتِ سجدہ کا پیغام، اردو میں اس موضوع پر پہلی کتاب
۷: پریشانیوں اور مشکلات کا حل (حافظ حمزہ کاشف رشہباز حسن)
۸: بدعات کا انسائیکلوپیڈیا (**قاموس البدع** کا ترجمہ واستدراک)
۹: صداقت نبوتِ محمدی (دلائل النبوۃ از ڈاکٹر منقذ بن محمود السقار کا ترجمہ وتعلیق)
۱۰: غسل، وضو اور نماز کا طریقہ مع دعائیں (الوضوء والغسل والصلاۃ کا ترجمہ وتعلیق)
۱۱: مقامِ قرآن (میاں انوار اللہ رشہباز حسن)
۱۲: عُلوم اسلامیہ (پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد اسرائیل فاروقی رشہباز حسن)
۱۳: اسلامی تعلیمات (پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد اسرائیل فاروقی رشہباز حسن)
۱۴: لغت عرب کے ابتدائی قواعد اور جدید عربی بول چال مع قصص النّبیین

۱۵: جنت کا منظر (حافظ حمزہ کاشف رشہباز حسن)
۱۶: جہنم اور جہنمیوں کے احوال (النار حالھا و احوال اھلھا کا ترجمہ وتعلیق)
۱۷: خوش نصیبی کی راہیں (طریق الھجرتین از حافظ ابن قیم کا ترجمہ اور تلخیص وتعلیق)
۱۸: تفسیر میں عربی لغت سے استدلال کا منہج (اسلامیات میں پی ایچ ڈی کا مقالہ (زیرِ طبع)
۱۹: جنت میں خواتین کے لیے انعامات (احوال النساء فی الجنۃ کا ترجمہ وتعلیق)
۲۰: اسلام کے بنیادی عقائد ونظریات اور اعمال و اداب، شرح اربعین نووی (زیرِ طبع)
۲۱: فرقہ پرستی کے اسباب اور ان کا حل (الافتراق۔اسبابھا و علاجھا کا ترجمہ وتعلیق) (زیرِ طبع)
۲۲: دنیا ڈھلتی چھاؤں (الدنیا ظل زائل کا ترجمہ) (زیرِ طبع)
۲۳: انسان اور قرآن (میاں انوار اللہ رشہباز حسن) (زیرِ طبع)
۲۴: **التأثیر الاسلامی فی شعر حالی** (عربی زبان وادب میں عربی مقالہ) (زیرِ طبع)
۲۵: اصول الکرخی (ترجمہ)

نظر ثانی شدہ کتب

۱۔ اردو ترجمہ قرآن مجید از مولانا محمد ارشد کمال
۲۔ صحیح ابن خزیمہ (ترجمہ وشرح)
۳۔ مشکوٰۃ المصابیح (ترجمہ)
۴۔ حدیث اور خدام حدیث از میاں انوار اللہ
۵۔ الاسماء الحسنی از میاں انوار اللہ
۶۔ المسند فی عذاب القبر از مولانا محمد ارشد کمال
۷۔ عذاب قبر، قرآن کی روشنی میں از مولانا ارشد کمال
۸۔ ذکر اللہ کے فوائد از پروفیسر عنایت اللہ مدنی
۹۔ حقانیت اسلام، از پروفیسر محمد انس
۱۰۔ تقلید کی شرعی حیثیت (تخریج وتحقیق اور اضافہ شدہ) از حافظ جلال الدین قاسمی
۱۱۔ منکرین حدیث کی مغالطہ انگیزیوں کے علمی جوابات (تخریج وتحقیق اور اضافہ شدہ) از حافظ جلال الدین قاسمی
۱۲۔ گناہوں کی معافی کے دس اسباب (تخریج وتحقیق اور تعلیقات کے ساتھ) از حافظ جلال الدین قاسمی
۱۳۔ اللہ تعالیٰ کی دس تاکیدی نصیحتیں (از حافظ جلال الدین قاسمی)
۱۳۔ اصول کرخی پر ایک نظر (مولانا محمد ارشد کمال، مولانا یحییٰ عارفی)
۱۴۔ توبہ کا دروازہ (از میاں انوار اللہ)

اللہ تعالیٰ کی
10
تاکیدی نصیحتیں

